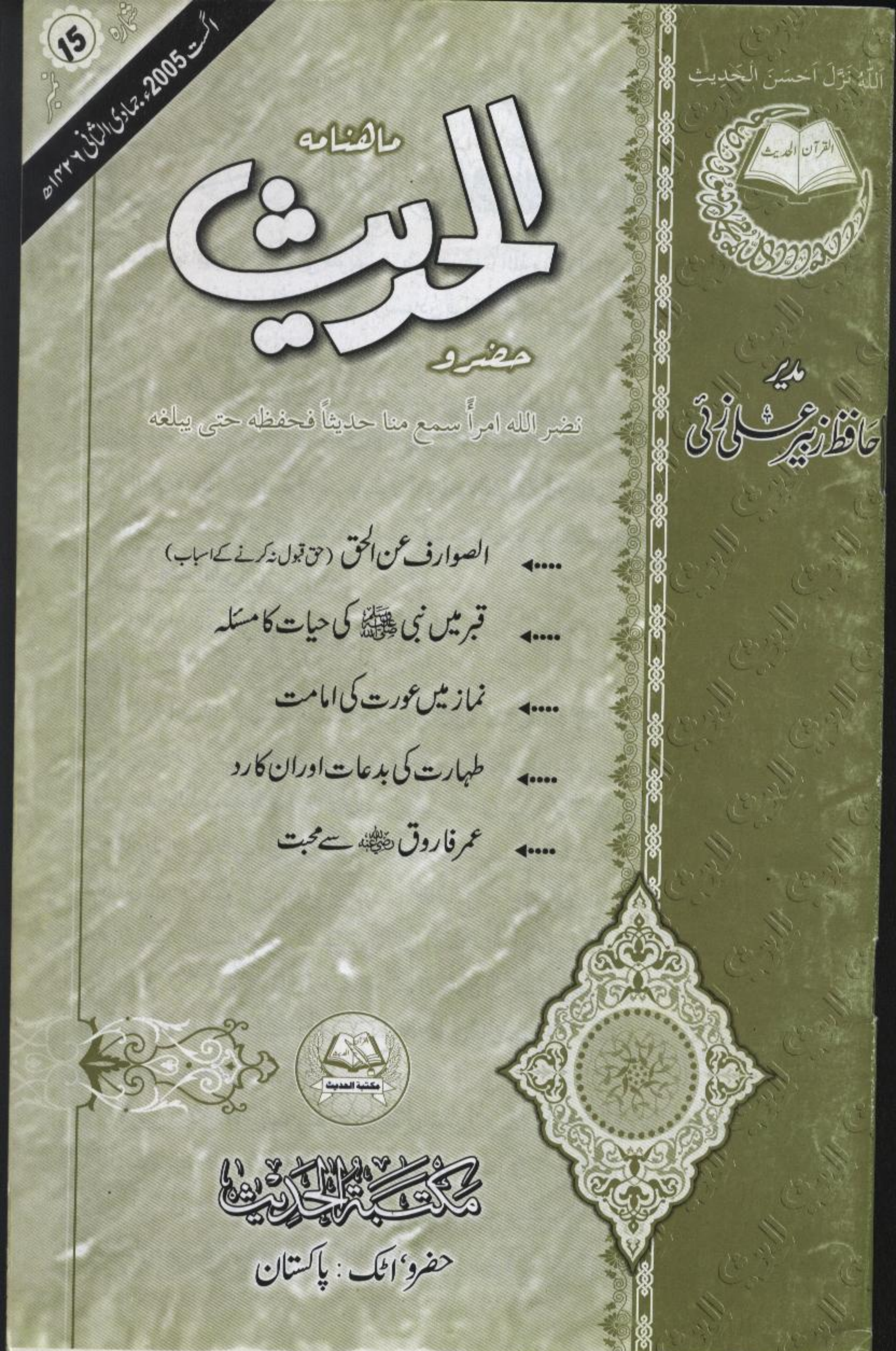


اللّٰہُ نَزَّلَ اَحسَنَ الحَدِیثِ
القرآن الحدیث
مدیر
حافظ زبیر علی زئی
شمارہ 15
اگست 2005ء جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ
ماہنامہ
الحدیث
حضرو
نضر الله امرأً سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه
الصوارف عن الحق (حق قبول نہ کرنے کے اسباب)
قبر میں نبی ﷺ کی حیات کا مسئلہ
نماز میں عورت کی امامت
طہارت کی بدعات اور ان کا رد
عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت
مكتبة الحديث
مکتبۃ الحدیث
حضرو' اٹک : پاکستان

کلمۃ الحدیث
ضیاءالحق عاصم

اصلاح معاشرہ

موجودہ دور میں اصلاح معاشرہ کے نام پر کئی تنظیمیں، کئی جماعتیں اور کئی ادارے قائم کئے جار ہے ہیں۔ حتیٰ کہ [اخبارات میں بھی] ''اصلاح معاشرہ مہم'' کے نام سے وقتاً فوقتاً اعلانات جاری کیے جاتے ہیں۔ ''حقوق نسواں کے تحفظ'' کے نام پر بے پردگی کو فروغ دیا جار ہا ہے۔ مختلف اسکیموں کے نام پر لاٹری اور جوئے کو معاشرہ میں عام کیا جار ہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کوئی نتائج برآمد نہیں ہو رہے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اصلاح معاشرہ کے نام پر کی جانے والی ان کوششوں کا رخ بھی صحیح نہیں ہے۔ ان کوششوں میں وہ صفات نہیں پائی جاتیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت ونصرت کو متوجہ کرسکیں۔ اگر ہماری یہ کوششیں صدق واخلاص [اور صحیح عقیدے اور عمل] کے ساتھ ہوتیں تو عین ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا نزول ہوتا اور ہماری کوششوں کے بہتر نتائج برآمد ہوتے۔ نیز ہماری کوششوں میں جو قدر مشترک ہے وہ یہ کہ ہر کوئی اصلاح کا آغاز دوسروں سے کرنے کی فکر میں ہے۔ اصلاح معاشرہ کے لئے ہماری ہر تقریر وتحریر، ہمارا ہر وعظ ونصیحت دوسروں کے لئے ہے۔ حالانکہ اصلاح معاشرہ میں بنیادی چیز فرد کی اصلاح ہے۔ اگر فرد کی اصلاح ہوجائے تو معاشرے کی اصلاح خود بخود ہوجاتی ہے۔ [معاشرے کے افراد جب تک طاغوت، کفر اور شرک سے برأت کر کے قرآن وحدیث کو مضبوطی سے نہیں تھامیں گے۔ اللہ کی زمین پر سچے دین کو غالب کرنے کے لئے اپنی جان ومال کی بازی نہیں لگائیں گے تو موجودہ حالات اسی طرح جاری رہیں گے بلکہ فحاشی واخلاقی جرائم کے ساتھ شرک وکفر اور بدعات وخرافات اسی طرح پھیلتے رہیں گے۔ انہیں پھیلانے والے پوری قوت سے پھیلا رہے ہیں جب کہ صحیح العقیدہ اور سچے مسلمان بحیثیت مجموعی خوابِ غفلت میں سوئے ہوئے ہیں۔]

مختصراً یہ کہ اگر یہ تنظیمیں اور ادارے واقعتاً اپنے تئیں ''اصلاح معاشرہ'' میں مخلص ہیں تو پھر اصلاح معاشرہ کا آغاز اپنی ذات سے کریں اپنے آپ کو اسلام کی اعلیٰ وارفع اقدار سے آراستہ کریں اپنی سیرت وکردار کو اسلام کی سنہری تعلیمات کے مطابق ڈھالیں، توحید وسنت اور اللہ کی حاکمیت کا پرچم تھام لیں، تب جا کر ان کی کوششیں بارآور ہوں گی ان کی تحریر وتقریر میں وہ قوت پیدا ہوگی جو وقت کے دھاڑے کو موڑ سکے۔ ورنہ یہ قوم زبانی وعظ ونصیحت سن بھی رہی ہے اور بے روح آرٹیکل پڑھ بھی رہی ہے لیکن ان کی بے روح تقریر وتحریر میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ ان میں تبدیلی پیدا کرسکے۔ وما علینا إلا البلاغ

فقہ الحدیث

حافظ زبیر علی زئی

ارکان اسلام، شرائع اسلام، بیعت کی شرائط

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

(١٦) وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ، ثَائِرَ الرَّأْسِ ، نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ وَلَا نَفْقَهُ مَايَقُوْلُ ،حَتّٰى دَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ ".فَقَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ فَقَالَ: " لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ . قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ "قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ ؟ قَالَ: لَا ، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ" قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الزَّكَاةَ ، فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ فَقَالَ:لَا ، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ " قَالَ: فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ : وَاللّٰهِ لَا أَزِيْدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "أَفْلَحَ الرَّجُلُ إِنْ صَدَقَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(سیدنا) طلحہ بن عبیداللہ (القرشی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ کے پاس، اہلِ نجد میں سے ایک آدمی آیا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ہم اس شخص کی آواز کی گنگناہٹ تو سن رہے تھے مگر سمجھ نہیں رہے تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟

حتی کہ وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے قریب آیا (اور بیٹھ گیا، بعد میں ہم نے سنا کہ) وہ اسلام (کے احکام) کے بارے میں پوچھ رہا تھا......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض ہیں) اس نے پوچھا: ان کے علاوہ مجھ پر کچھ اور بھی ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تم (اپنی مرضی سے) نوافل پڑھو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور رمضان کے روزے (فرض ہیں) اس نے پوچھا: کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تم (اپنی مرضی سے) نفلی روزے رکھو۔

رسول اللہ ﷺ نے اسے زکوۃ کے متعلق بھی بتایا (کہ فرض ہے) اس نے پوچھا: کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ لازمی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تم (اپنی مرضی سے) نفلی صدقات دے دو۔

وہ شخص یہ کہتے ہوئے واپس چلا کہ: اللہ کی قسم، میں ان (فرائض) میں سے نہ زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے صحیح کہا ہے تو یہ شخص کامیاب ہوگیا۔ [البخاری: ۴۶ و مسلم: ۱۱/۸]

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کامیابی کا دارومدار اعمال اور فرائض کی ادائیگی پر ہے۔ تاہم سنن ونوافل کو بھی نہیں چھوڑنا چاہئے جیسا کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ جب فرائض میں کمی ہوگی تو سنن ونوافل کام آئیں گے۔

۲: اہلِ نجد والا آدمی کون تھا، حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہے۔ابن بطال وابن العجمی وغیرہما کا خیال ہے کہ وہ ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ ہے۔(شرح ابن بطال ۹۷/۱ والتوضیح لمبھمات الجامع الصحیح لابن العجمی، قلمی ص ۱۳)

۳: اسلام فرائض واعمال کا نام ہے لہذا معلوم ہوا کہ مرجیۂ کا عقیدہ باطل ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں۔

۴: اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں ہے جب کہ دوسری احادیث سے حج کا فرض ہونا ثابت ہے لہذا معلوم ہوا کہ اگر ایک دلیل میں کوئی مسئلہ مذکور نہیں اور دوسری دلیل میں وہ مسئلہ مذکور ہے تو اسی کا اعتبار ہوگا، اس حالت میں عدمِ ذکر کو نفی ذکر کی دلیل نہیں بنایا جائے گا۔

۵: بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ وتر واجب نہیں بلکہ سنتِ موکدہ ہے۔اس کی تائید سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے درج ذیل قول سے بھی ہوتی ہے۔

"لَيُسَ الُوِتُرُ بِحَتُمٍ كَالصَّلٰوةِ وَلٰكِنَّهُ سُنَّةٌ فَلَا تَدَعُوُهُ" وتر (فرض) نماز کی طرح ضروری (واجب) نہیں ہے، لیکن یہ سنت ہے اسے نہ چھوڑو۔(مسند احمد ۱۰۷/۱ ح ۸۴۲ وسندہ حسن) ایک شخص ابو محمد نامی نے کہا کہ: وتر واجب ہے تو سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ (بدری صحابی) نے فرمایا: "كَذَبَ أَبُوُ مُحَمَّدٍ" ابو محمد نے جھوٹ کہا۔(سنن ابی داوٗد: ۱۴۲۰ وسندہ حسن، مؤطا امام مالک ۱۲۳/۱ وصحیح ابن حبان، موارد: ۲۵۳،۲۵۲)

۶: عربی زبان میں بلند وسخت جگہ کو نَجد اور پست اور نچلی زمین کو غَور کہتے ہیں دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۶۱۱، ۱۱۸۹)
عرب کے علاقے میں بہت سے نجد ہیں۔مثلاً نجد برق، نجد خال، نجد عفر، نجد کبکب اور نجد مریع (دیکھئے معجم البلدان ۲۶۲/۵)
تہامہ سے عراق کی زمین تک نجد ہے۔(لسان العرب ۴۱۳/۳)
جن احادیث میں قرن الشیطان، زلزلوں اور فتنوں والے نجد کا ذکر ہے، ان سے مراد نجد العراق ہے دیکھئے "اکمل البیان فی شرح حدیث نجد قرن الشیطان" (از حکیم محمد اشرف سندھو) اور "فتنوں کی سرزمین نجد یا عراق" (از رضاء اللہ عبدالکریم)
حدیثِ ہذا میں جس نجدی کا ذکر ہے وہ جلیل القدر صحابی (ضمام بن ثعلبہ) رضی اللہ عنہ ہے جیسا کہ اوپر گزرا ہے (نمبر ۲) نیز دیکھئے الاصابۃ (ص ۶۲۷ ت ۴۳۴۲)

(۱۷) وَعَنُ ابُنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنُهُمَا قَالَ: إنَّ وَفُدَ عَبُدِالُقَيُسِ لَمَّا أتَوُا النَّبِيَّ ﷺ قَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنِ الُقَوُمُ أوُ مَنِ الُوَفُدُ؟ قَالُوُا: رَبِيُعَةُ قَالَ: مَرُحَباً بِالُقَوُمِ أَوُ بِالُوَفُدِ –غَيُرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى ، قَالُوُا : يَارَسُوُلَ اللّٰهِ! إنَّا لَا نَسُتَطِيُعُ أنُ تَأْتِيَکَ إلَّا فِى الشَّهُرِ الُحَرَامِ ، وَبَيُنَنَا وَبَيُنَکَ هَذَا الُحَيُّ مِنُ كُفَّارِ مُضَرَ، فَمُرُ نَابِأَمُرٍ فَصُلٍ نُخُبِرُبِهِ مَنُ وَرَاءَ نَا وَنَدُخُلُ بِهِ الُجَنَّةَ وَسَأَلُوُهُ عَنُ الُأَشُرِبَةِ، فَأَمَرَ هُمُ بِأَرُبَعٍ وَنَهَاهُمُ عَنُ أرُبَعٍ ، أَمَرَهُمُ بِالُإِيُمَانِ بِاللّٰهِ وَحُدَهُ ، قَالَ: أَتَدُرُوُنَ مَا الُإِيُمَانُ بِاللّٰهِ وَحُدَهُ ؟ قَالُوُا: اَللّٰهُ وَرَسُوُلُهُ أعُلَمُ ، قَالَ: شَهَادَةُ أنُ لَا إلٰهَ إلَّا اللّٰهُ وَأنَّ مُحَمَّدًا رَسُوُلُ اللّٰهِ وَإقَامُ الصَّلٰوةِ وَإِيُتَاءُ الزَّكَاةِ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَأنُ تُعُطُوُا مِنَ الُمَغُنَمِ الُخُمُسَ ، وَنَهَاهُمُ عَنُ أرُبَعٍ : عَنِ الُحَنُتَمِ وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِيُرِ وَ الُمُزَفَّتِ وَقَالَ: احُفَظُوُهُنَّ

وَأَخْبِرُوْا بِهِنَّ مَنْ وَرَائَكُمْ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيّ

(سیدنا عبداللہ) بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عبدالقیس (قبیلے) کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں، یا کون سا وفد ہے؟ انہوں نے کہا: ربیعہ (کا قبیلہ) آپ نے فرمایا: اس قوم یا وفد کو خوش آمدید ہو، (تم) نہ ذلیل ہوگے اور نہ شرمندہ، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس صرف حُرمت والے مہینوں (رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم) میں ہی آسکتے ہیں، ہمارے اور آپ کے درمیان مضر قبیلے کے کافروں کا علاقہ ہے، آپ ہمیں ایسی جامع بات بتائیں جو ہم اپنے قبیلے میں واپس جا کر لوگوں تک پہنچادیں اور ہم سب جنت میں داخل ہو جائیں۔ انہوں نے آپ سے پینے پلانے والے برتنوں کے بارے میں بھی پوچھا تھا۔ پس آپ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع کر دیا۔ آپ نے انہیں ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا، آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس کی گواہی دینا کہ ایک اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ (بیت المال کو) دے دو۔

آپ نے انہیں چار چیزوں سے منع کر دیا (۱) ہرے سیاہ رنگ کے ٹھیکرے والا گھڑا جس میں نبیذ تیار کی جاتی تھی۔ (۲) کدو کا برتن جس میں نبیذ تیار کی جاتی تھی۔ (۳) پیالہ نما لکڑی کا برتن جس میں نبیذ تیار کی جاتی تھی۔ (۴) تارکول والے برتن جن میں نبیذ تیار کی جاتی تھی۔ [صحیح بخاری: ۵۳، وصحیح مسلم: ۲۴/۱۷]

فقه الحديث:

۱: اس حدیث میں واضح ثبوت ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز، زکوۃ، روزوں اور مالِ غنیمت کی ادائیگی کو ایمان میں سے قرار دیا ہے۔ اس فرمانِ نبوی کے سراسر برعکس گمراہ فرقہ مرجیۂ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۲: سلام وکلام کے بعد مہمانوں کو خوش آمدید کہنا صحیح ہے۔

۳: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کر کے دوسرے لوگوں تک پہنچانا جنت میں داخلے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ اس حدیث سے محدثین کرام کی زبردست فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

۴: شبہات سے بچنے میں ہی احتیاط ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برتنوں کے استعمال سے بھی منع کر دیا جن میں لوگ نشہ آور نبیذ (شراب) بناتے تھے۔

۵: بعض اوقات مؤمن کمزور بھی ہو سکتا ہے مگر اسے ہر حال میں کتاب وسنت پر ڈٹا رہنا چاہئے۔

۶: ربیعہ قبیلہ بڑا تھا اور عبدالقیس اس کی ایک چھوٹی شاخ تھی۔

(۱۸) وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: بَايِعُوْنِيْ عَلَى أَنْ لَّا

تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيْكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِيْ مَعْرُوْفٍ ، فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَاءَ عَفَاعَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ ، فَبَا يَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(سیدنا) عبادہ بن الصامت (البدری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد صحابہ کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی، کہ آپ نے فرمایا: میری اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز میں شرک نہیں کرو گے۔ نہ چوری کرو گے، نہ زنا کرو گے، اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے، اپنے آگے پیچھے بہتان گھڑ کر نہ پھیلاؤ گے، معروف میں نافرمانی نہ کرو گے جس نے ان احکامات کو پورا کیا تو اس کا اجر اللہ کے پاس ہے۔ اور جو شخص ان گناہوں میں (شرک کے علاوہ) مبتلا ہوا تو اگر دنیا میں اسے سزا مل گئی تو یہی اُس کے لئے کفارہ ہے۔ اور جو شخص ان گناہوں کا مرتکب ہوا۔ پھر اللہ نے دنیا میں اس پر پردہ ڈالے رکھا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، چاہے تو وہ اسے معاف کردے اور چاہے تو سزا دے۔ پس ہم نے ان امور پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیعت کر لی۔ [البخاری :۱۸ و مسلم :۱۷۰۹/۴۱]

فقه الحديث:

۱: اس حدیث میں شرائطِ بیعت کی اصل قرآن مجید میں موجود ہے۔ دیکھئے سورۃ الممتحنۃ آیت :۱۲

۲: شرک، چوری، زنا، قتل اولاد اور بہتان تراشی کبیرہ گناہ ہیں۔ ان میں سب سے بڑا (اکبر الکبائر) گناہ شرک ہے جس کی مغفرت نہیں ہے۔ باقی گناہ اگر اللہ چاہے تو معاف کردے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

۳: جس شخص پر دنیا میں (اسلامی حکومت کی طرف سے) حد یا تعزیر قائم ہو جائے تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مسند احمد (۲۱۴/۵، ۲۱۵) والسنن الکبریٰ للبیہقی (۳۲۸/۸، ۳۲۹) ومرعاۃ المفاتیح (۷۷/۱) والموسوعۃ الحدیثیہ (۱۹۲/۳۶۔۱۹۴) بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ توبہ بھی ضروری ہے۔ مگر راجح یہی ہے کہ اقامتِ حد ہی کفارہ ہے ۔ واللہ اعلم۔ مستدرک الحاکم (۳۶/۱ ح ۱۰۴) کی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَمَا أَدْرِي الْحُدُوْدُ كَفَّارَاتٌ لِأَهْلِهَا أَمْ لَا" مجھے معلوم نہیں ہے کہ حدود سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے یا نہیں۔ (وسندہ صحیح وصححہ الحاکم علیٰ شرط الشیخین ووافقہ الذہبی) ان دونوں روایات کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد میں حدود کے کفارات ہونے کی اطلاع دے دی گئی تھی۔

۴: کتاب وسنت کے دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں بیعت صرف دو قسم کی ہے۔ (۱) نبی کی بیعت (۲) خلیفہ کی بیعت، جو صوفی حضرات اپنے پیروں کی بیعت وغیرہ کرتے رہتے ہیں اس کا کوئی ثبوت کتاب وسنت میں نہیں ہے۔ یہی صوفیانہ بیعتوں والے کبھی خلیفہ اور کبھی خلیفہ مجاز اور کبھی مہدی وغیرہ کا دعوی کر بیٹھتے ہیں (العیاذ باللہ)۔ اسی طرح پارٹیوں کی بیعتیں بھی ہوتی رہتی ہیں، یہ سب بیعتیں بدعت یعنی مردود ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو صوفیوں، حزبیوں اور خارجیوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

تصنیف: د۔حمد بن ابراہیم العثمان
ترجمہ: ابوانس محمد سرور گوہر

مقدمة: الصوارف عن الحق

وہ اسباب جن کی وجہ سے لوگ حق نہیں مانتے

مدینہ طیبہ کے نابینا وسلفی شیخ عبید الجابری نے د: حمد بن ابراہم العثمان کی کتاب ''الصوارف عن الحق'' مجھے اپنے ہاتھ سے دی۔ یعنی وہ اسباب و عوامل جن کی وجہ سے لوگ حق نہیں مانتے، اس کتاب میں ڈاکٹر حمد نے عام طور پر اسلاف کے اقوال باحوالہ نقل کئے ہیں۔ میرے دوست اور دینی بھائی پروفیسر ابوانس محمد سرور گوہر حفظہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے، جسے ان شاء اللہ قسط وار قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔
حمد بن ابراہیم کے بارے میں شیخ عبید فرماتے ہیں کہ: ''معروف طیب'' / حافظ زبیر علی زئی

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ،وَبَعْدُ .

بے شک اللہ عزوجل نے مخلوق کو فطرت پر تخلیق فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا﴾

''یہی فطرت الٰہی ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا۔'' (الروم: ۳۰)

لوگوں کی سرشت میں یہ بات ودیعت کردی گئی ہے کہ وہ حق سے محبت وارادت رکھتے ہیں۔
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دل ایک ایسی خلق (خلقت) ہے جو حق کو پسند کرتا ہے، اسے چاہتا اور تلاش کرتا ہے۔'' (مجموع الفتاوی ۸۸/۱۰)

انہوں نے مزید فرمایا:

''بے شک حق فطرت میں محبوب وپسندیدہ ہے، وہ اسے سب سے زیادہ محبوب ہے اور اس میں اس کی بہت زیادہ شان وشوکت ہے اور اسے باطل کی نسبت انتہائی خوش گوار ہے کیونکہ باطل تو ایسی چیز ہے جس کی کوئی حقیقت ہی نہیں، اس لئے فطرت اسے پسند نہیں کرتی''۔ (مجموع الفتاوی ۳۳۸/۱۶)

مزید یہ کہ وہ محبت حق کی وجہ سے نفوس میں مرکوز ہے، کیوں کہ نفوس کو معرفت حق پر پیدا کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی﴾

''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو صورت وشکل بخشی، پھر رہنمائی فرمائی۔'' (طٰہٰ: ۵۰)

جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْاِثْمُ مَاحَاكَ فِیْ صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ یَّطَّلِعَ عَلَیْهِ النَّاسُ

''جو چیز تیرے دل میں کھٹکے اور اس پر لوگوں کا مطلع ہوجانا تجھے ناپسند ہو تو وہ گناہ ہے۔''

(مسلم، البر والصلة والآداب، باب تفسیر البر والاثم، حدیث: ۲۵۵۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''نفس میں ایسی کوئی چیز ہے جو اعتقادات وارادات میں حق کو باطل پر ترجیح دینے کا موجب بنتی ہے، اور اس بارے میں یہی کافی ہے کہ اس کی تخلیق فطرت پر کی گئی ہے۔'' (درء تعارض العقل والنقل: ۴۶۳/۸)

انہوں نے مزید فرمایا:

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایسی فطرت پر پیدا فرمایا ہے جس میں حق اور اس کی تصدیق، باطل کی معرفت اور اس کی تکذیب، نفع مند چیز کی معرفت اور اس سے محبت اور نقصان دہ چیز سے معرفت اور اس سے بغض فطری طور پر ودیعت کر دیا گیا ہے۔'' (درء تعارض العقل والنقل: ۴۶۳/۸)

پس جو حق موجود ہو تو فطرت اس کی تصدیق کرتی ہے، جو حق نافع ہو تو فطرت اس کی معرفت حاصل کرتی، اس سے محبت کرتی اور اس پر مطمئن ہوتی ہے، اور یہی وہ معروف (طریقہ) ہے، جبکہ باطل معدوم ہو تو فطرت اس کی تکذیب کرتی ہے اور فطرت اس سے بغض رکھتی ہے اور اسے ناپسند کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

''وہ انہیں نیکی (کے کام کرنے) کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برے کاموں سے دور رکھتے ہیں۔'' (الاعراف: ۱۵۷)

اور یہ معرفت حق، اس کی ارادت ومحبت کے بارے میں جو چیز مرکوز ہے اس کی تائید شاید شریعت سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ﴾

''بھلا وہ شخص جو اپنے رب کے کھلے راستے پر ہو اور اس کے پاس اللہ کی جانب سے شہادت بھی ہو۔'' (ھود: ۱۷)

پس ((البیـــنة)) سے ''وحی'' مراد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ جبکہ ''شاہد'' سے فطرت مستقیمہ اور عقل صریح کا شاہد مراد ہے۔ (تیسیر الکریم الرحمٰن: ص۳۷۹)

علامہ عبدالرحمٰن السعدی نے فرمایا:

''پس دین، اس حکمت کا دین ہے جو ہر چیز میں درست بات کی معرفت اور اس پر عمل کرنا اور حق کی معرفت اور حق پر عمل کرنا ہے۔'' (تیسیر اللطیف المنان: ص۵۰)

اور نفوس جب فطرت پر باقی وقائم رہتے ہیں تو وہ صرف حق تلاش کرتے ہیں، جبکہ حق ایسا واضح اور بیّن ہے جس میں کسی قسم کا ابہام نہیں۔

(سیدنا) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بے شک حق پر نور رہتا ہے۔''

(مستدرک حاکم ۴۶۰/۴، اور انہوں نے فرمایا: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر ہے۔ نیز امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے)

سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پہلے یہودی تھے، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور

انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو فوراً جان گئے کہ آپ کا چہرہ کسی صادق شخصیت کا (ہی) چہرہ ہے۔
(سیدنا) عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو (بعض) لوگ آپ کے قریب نہیں آتے تھے اور میں بھی انہی میں سے تھا لیکن جب آپ کا چہرہ مبارک دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ مبارک کسی کذاب شخص کا چہرہ نہیں، میں نے آپ کو پہلی مرتبہ یہ فرماتے ہوئے سنا: ''أَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْأَرْحَامَ ،وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نَيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ'' ''سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور نماز (تہجد) پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں اور تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

(مسند احمد: ۴۵۱/۵ ح ۲۴۱۹۳، ترمذی، صفۃ القیامۃ، باب: ۱۱، حدیث رقم: ۲۴۸۴ وقال: ''ھذا حدیث حسن غریب من ھذا الوجہ'')

اور اللہ عزوجل مخلوق پر حجت قائم کرنے، انبیاء علیہم السلام مبعوث کرنے اور ظہورِ حق کے ساتھ ساتھ اپنی حکمت سے جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔
بندے پر واجب ہے کہ وہ فطرت سے التزام رکھے اور ایسے اسباب سے بچے جو اسے حق سے روکیں اور اس سے دور کریں، اور جب کوئی صارف (دور کرنے والا) اسے حق سے دور کرے اور وہ شخص پھر حق کی طرف پلٹ آئے اور اس سے التزام کرلے (یعنی چمٹ جائے)، تو یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت بڑا انعام واحسان ہے کہ بندہ حق سے محبت رکھتا ہو، اسے اختیار کرتا ہو اور اسے تلاش کر کے اس کے ساتھ التزام رکھتا ہو۔
ابو محمد ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا بندے پر سب سے بڑا انعام واحسان یہ ہے کہ وہ اسے عدل وحق کا خوگر اور ان کی محبت وایثار سے مانوس کر دے۔ (''مداواۃ النفوس'' ص ۳۱)

لزوم حق کا یہ سبب ہے کہ ان اسباب کی معرفت حاصل کی جائے جو اتباع حق سے روکتے ہیں، لہٰذا حق سے دور کرنے والے اسباب کے متعلق چند گزارشات پیش خدمت ہیں۔ پس انہیں پہچاننے اور ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے، میں اللہ عزوجل سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اہل حق اور داعیان حق بنادے، اور ضلالت وگمراہی میں آگے بڑھنے والے اسباب وطرق سے ہمیں بچائے۔
اس بات کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہوگا کہ میں نے اس کے بیان کرنے اور اکٹھا کرنے میں کسی خاص معنی کو مدنظر نہیں رکھا جو سوء قصد، جہل اور ظلم کی طرف راجع ہو۔ واللہ اعلم

شذرات الذهب

تنویر حسین شاہ ہزاروی

امام عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۷ھ) فرماتے ہیں کہ: ''عَلَيْكَ بِآثَارِ مَنْ سَلَفَ وَإِنْ رَفَضَكَ النَّاسُ وَإِيَّاكَ وَآرَاءَ الرِّجَالِ وَإِنْ زَخْرَفُوا لَكَ بِالْقَوْلِ'' اسلاف (سلف صالحین) کے آثار کو لازم پکڑو، اگرچہ لوگ تجھے چھوڑ دیں۔ اور لوگوں کی (سلف صالحین کے خلاف) آراء (وقیاس زنی) سے بچو، اگرچہ وہ اپنی بات کو بڑی ملمع سازی اور مرچ مصالحہ لگا کر ہی کیوں نہ بیان کریں۔ (کتاب الشریعۃ للآجری ص ۵۸ ح ۱۲۷ وإسنادہ صحیح)

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الأحکام

سوال وجواب/تخریج الأحادیث

''محترم المقام الشیخ زبیر علی زئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -----

الحمدللہ آپ کا مجلّہ ''الحدیث'' تحقیق وتنقید کے حوالے سے بہترین جارہا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیق عطا فرمائے۔آمین

خط لکھنے کی غرض وغایت اس مشہور حدیث نبوی کی تخریج دریافت کرنا ہے جو اکثر جہادی تنظیموں کے ذمہ داران سے سننے میں آتی ہے'' اَلْجِهَادُ مَاضٍ إِلىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ '' اس کے بارے میں برائے مہربانی ''الحدیث'' میں ہی جواب عطا فرما کر ممنون فرمائیں۔والسلام

عکاشہ خان کشمیری بازار، راولپنڈی۔پاکستان

(۱۴۲۶ھ/۰۳/۲۳ بمطابق ۰۵/۰۴/۳۰)''

جہاد قیامت تک جاری رہے گا

الجواب : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یزید بن ابی نُشبہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک روایت مروی ہے۔اس روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِي اللّٰهُ إِلىٰ أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَّالَ، لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ'' جب سے اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے، جہاد جاری رہے گا یہاں تک کہ میرا آخری امتی دجال سے جنگ کرے گا ،اسے کسی ظالم (حکمران) کا ظلم اور عادل کا عدل باطل نہیں کرے گا۔ (سنن ابی داوٗد: ۲۵۳۲، سنن سعید بن منصور: ۲۳۶۷)

یہ روایت بلحاظِ سند ضعیف ہے۔اس کا راوی یزید بن ابی نشبہ: مجہول ہے۔

(تقریب التہذیب: ۷۷۸۵، الکاشف للذہبی: ۶۴۷۵)

یاد رہے کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ﴾ تمہارے اوپر قتال فرض کیا گیا ہے اور یہ تمہیں ناپسند تھا۔(سورۃ البقرہ: ۲۱۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِي نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ '' گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر رکھی گئی ہے، اجر بھی ہے اور مالِ غنیمت بھی۔(صحیح البخاری: کتاب الجہاد والسیر باب الجہاد ماض مع البر والفاجر ح ۲۸۵۲ وصحیح مسلم: ۹۹/۱۸۷۳ ادار السلام: ۴۸۴۹)

سَلَمہ بن نُفَیل الکِندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' وَلَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ...... حَتَّى تَقُوْمَ السَّاعَةُ '' اور میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قتال کرتا رہے گا...... حتی کہ قیامت برپا ہوجائے

گی۔(سنن النسائی ۶/ ۲۱۴، ۲۱۵ ح ۳۵۹۱، وإسنادہ صحیح رعمدۃ المساعی فی تحقیق سنن النسائی ج ۲ ص ۳۵۹ قلمی لراقم الحروف)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " لَنْ يَّبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِماً، يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتَّى تَقُوْمَ السَّاعَةُ " یہ دین (اسلام) ہمیشہ قائم رہے گا، مسلمانوں کی ایک جماعت دین کے لئے قیامت تک قتال کرتی رہے گی۔(صحیح مسلم: ۱۹۲۲ دارالسلام: ۴۹۵۳ عن جابر بن سَمُرہ رضی اللہ عنہ)

ان احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوا کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

ابن ہمام (حنفی متوفی ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں کہ: " وَلَا شَكَّ أَنَّ اِجْمَاعَ الْأُمَّةِ أَنَّ الْجِهَادَ مَاضٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَمْ يُنْسَخْ ، فَلَا يُتَصَوَّرُ نَسْخُهُ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ" اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا، یہ منسوخ نہیں ہوا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات) کے بعد اس کی منسوخیت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔(فتح القدیر ج ۵ ص ۱۹۰ کتاب السیر)

مشہور جلیل القدر تابعی امام مکحول الشامی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۳ھ) فرماتے ہیں کہ: " إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَمِائَةَ دَرَجَةٍ ، مَابَيْنَ الدَّرَجَةِ إِلَى الدَّرَجَةِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ "

بے شک جنت میں سو درجے ہیں، ایک درجے سے دوسرے درجے کے درمیان زمین وآسمان جتنا فاصلہ ہے، انہیں اللہ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں (مجاہدین) کے لئے تیار کر رکھا ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ۵/ ۳۰۴ ح ۱۹۳۵۳ وسندہ صحیح)

اس بہترین قول کی تائید صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں موجود ہے۔(البخاری: ۲۷۹۰)

خلاصة التحقیق: جہاد قیامت تک، کافروں اور مبتدعین کے خلاف جاری رہے گا۔

جہاد کی بہت سی قسمیں ہیں۔

۱: زبان کے ساتھ جہاد کرنا

۲: قلم کے ساتھ جہاد کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: " جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِأَيْدِيْكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ " اپنے ہاتھوں اور زبانوں کے ساتھ مشرکوں سے جہاد کرو۔(المختارۃ للضیاء المقدسی ج ۵ ص ۳۶ ح ۱۶۴۲ واللفظ لہ، سنن ابی داود: ۲۵۰۴)

۳: مال کے ساتھ جہاد کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنّاً وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج﴾ جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں پھر اس خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ تکلیف پہنچاتے ہیں تو ان کے لئے اُن کے رب کے پاس اجر ہے (سورۃ البقرہ: ۲۶۲)

۴: اپنی جان کے ساتھ جہاد کرنا (جہاد بالنفس)

اس کی دو قسمیں ہیں:

اول: اپنے نفس کی اصلاح کر کے اُسے کتاب وسنت کا مُطیع وتابع کر دینا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: " اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ " مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔
(الترمذی: ۱۶۲۱ وقال: " حدیث حسن صحیح " وسندہ حسن وصححہ ابن حبان/ موارد: ۱۶۲۴ والحاکم علی شرط مسلم ۲/ ۷۹ ووافقہ الذھبی)

دوم: اللہ کے راستے میں قتال کرنا

اس کے بے شمار دلائل ہیں جن میں سے بعض حوالے اس جواب کے شروع میں گزر چکے ہیں۔ اگر شرائط اسلامیہ کے مطابق ہو تو سب سے افضل جہاد یہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " مَنْ جَاهَدَ الْمُشْرِكِيْنَ بِمَالِهِ وَنَفْسِهِ " جو شخص مشرکوں سے اپنے مال اور اپنی جان (نفس) کے ساتھ جہاد کرے۔ پوچھا گیا: کون سا مقتول سب سے بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " مَنْ أُهْرِيْقَ دَمُهُ وَعُقِرَ جَوَادُهُ " جس کا خون (کافروں کے ہاتھوں) بہا دیا جائے اور اس کا گھوڑا کاٹ (کر مار) دیا جائے۔ (سنن ابی داود: ۱۴۴۹ وسندہ حسن)

یاد رہے کہ دہشت گردی اور بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے کا، جہاد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امام ابو حاتم الرازی اور امام ابو زرعہ الرازی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ:

" ہر زمانے (اور علاقے) میں ہم مسلمان حکمران کے ساتھ جہاد اور حج کی فرضیت پر عمل پیرا ہیں...... جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (نبی ورسول بنا کر) مبعوث فرمایا ہے، مسلمان حکمرانوں کے ساتھ مل کر (کافروں کے خلاف) جہاد جاری رہے گا۔ اسے کوئی چیز باطل نہیں کرے گی۔ [یعنی جہاد ہمیشہ جاری رہے گا] (أصل السنۃ واعتقاد الدین: ۱۹، ۲۳، الحدیث حضرو: ۲ ص ۴۳) نیز دیکھئے الحدیث: ۳ ص ۲۶

دکتور عبداللہ بن احمد القادری نے " الجهاد في سبيل الله ، حقيقته وغايته " کے نام سے دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے، ساڑھے گیارہ سو سے زائد صفحات کی اس کتاب میں عبداللہ بن احمد صاحب جہاد کی قسمیں بیان کرتے ہیں:

جہاد معنوی= جهاد النفس، (نفس سے جہاد)، جهاد الشيطان (شیطان سے جہاد)، جهاد الفرقة والتصدع (تفرق اور انتشار کے خلاف جہاد)، جهاد التقليد (تقلید کے خلاف جہاد)، جهاد الأسرة (خاندانی رسومات کے خلاف جہاد) جہاد الدعوۃ،

جہاد مادی= اعداد المجاهدين (مجاہدین کی تیاری)، الجهاد بالأنفس والأموال (نفس اور مال کے ساتھ جہاد)، انشاء المصانع الجهادية (جہادی قلعوں کی تیاری) (ج ۱ ص ۲۷۳)

لوگوں کو کتاب وسنت کی دعوت دینا، تقلید اور بدعات کے خلاف پوری کوشش کرنا بھی بہت بڑا جہاد ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " فَالرَّادُّ عَلَى أَهْلِ الْبِدَعِ مُجَاهِدٌ " پس اہلِ بدعت پر رد کرنے والا مجاہد ہے۔
(نقض المنطق ص ۱۲ ومجموع فتاوی ابن تیمیہ ۴/ ۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا جہاد سب سے افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ إِمَامٍ جَائِرٍ" ظالم حکمران کے سامنے عدل (انصاف، حق) والی بات کہنا۔

(مسند احمد ۲۵۶/۵ ح ۲۲۵۶۱ وسندہ حسن لذاتہ، وابن ماجہ: ۴۰۱۲)

مدرسے ومساجد تعمیر کرنا، لوگوں کو قرآن وحدیث علیٰ فہم السلف الصالح کی دعوت دینا، اس کے لئے تقریریں ومناظرے کرنا اور کتابیں لکھنا، یہ سب جہاد ہے۔

آخر میں دو حدیثیں پڑھ لیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِهِ ، كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ ......"

اللہ کے راستے میں مجاہد کی مثال، اور اللہ جانتا ہے کہ کون اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے (مسلسل) روزہ دار اور (راتوں کو) قیام کرنے والے کی طرح ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۷۸۷)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجُمَاعَةَ ثُمَّ مَاتَ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً ، وَمَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِلْعَصَبَةِ وَيُقَاتِلُ لِلْعَصَبَةِ فَلَيْسَ مِنْ أُمَّتِيْ ......"

جو شخص (خلیفہ کی) اطاعت سے نکل گیا اور (مسلمانوں کی) جماعت (یا اجماع) کی مخالفت کی تو اُس کی موت جاہلیت کی موت ہے، اور جو شخص اندھے (جاہلیت کے) جھنڈے کے نیچے مارا گیا، وہ خاندان کے لئے غصہ اور قتال کرتا تھا تو یہ شخص میری اُمت میں سے نہیں ہے...... الخ

(صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین عند ظهور الفتن ۱۸۴۸/۵۴ دارالسلام: ۴۷۸۸)

وما علینا إلا البلاغ (۵ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ)

قبر میں نبی ﷺ کی حیات کا مسئلہ

سوال: اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ کی یہ زندگی اُخروی و برزخی زندگی ہے یا دنیاوی زندگی ہے؟

ادلۂ اربعہ سے جواب دیں، جزاکم اللہ خیراً (ایک سائل ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ)

الجواب: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُوْلِهِ الْأَمِيْنِ ، أَمَّا بَعْدُ:

۱: اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ دنیا کی زندگی گزار کر فوت ہو گئے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: ﴿اِنَّکَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ بے شک تم وفات پانے والے ہو اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔ (الزمر: ۳۰)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ قَدْمَاتَ"، الخ سن لو! جو شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا تو بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۶۶۸)

اس موقع پر سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ﴾ الخ [آل عمران: ۱۴۴] والی آیت تلاوت فرمائی تھی۔ ان سے یہ آیت سن کر (تمام) صحابہ کرام نے یہ آیت پڑھنی شروع کر دی۔ (البخاری: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے تسلیم کر لیا۔ دیکھئے صحیح البخاری (۴۴۵۴)

معلوم ہوا کہ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

" مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ " الخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے (صحیح البخاری: ۴۴۴۶)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ إِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ" جو نبی بھی بیمار ہوتا ہے تو اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری ۴۵۸۶، صحیح مسلم: ۲۴۴۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے بدلے آخرت کو اختیار کر لیا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی زندگی اُخروی زندگی ہے جسے بعض علماء برزخی زندگی بھی کہتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّهُ لَا يَمُوْتُ نَبِيٌّ حَتَّى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ"

میں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے) سنتی تھی کہ کوئی نبی بھی وفات نہیں پاتا یہاں تک کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دے دیا جاتا ہے۔ (البخاری: ۴۴۳۵ و مسلم: ۲۴۴۴)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ:

" فَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهِ فِيْ آخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الآخِرَةِ "

پس اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن میرے اور آپ کے لعاب دہن کو (مسواک کے ذریعے) جمع (اکٹھا) کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۴۵۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ: " لَقَدْ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ " ، الخ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔ (صحیح مسلم: ۲۹/۴/۲۹۷ و ترقیم دار السلام: ۷۴۵۳)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں۔ ان صحیح و متواتر دلائل سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فداہ ابی و امی و روحی،

فوت ہوگئے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی نماز کے بارے میں فرماتے تھے کہ:

"إِنْ كَانَتْ هٰذِهِ لَصَلَاتُهُ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا" آپ (ﷺ) کی یہی نماز تھی حتی کہ آپ (ﷺ) دنیا سے چلے گئے۔ (صحیح البخاری: ۸۰۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں فرمایا: "حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا" حتی کہ آپ (ﷺ) دنیا سے چلے گئے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۷۶/۳۳ و دار السلام: ۷۴۵۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ:

"خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا" الخ رسول اللہ ﷺ دنیا سے چلے گئے۔ (صحیح البخاری: ۵۴۱۴)

ان ادلہ قطعیہ کے مقابلے میں فرقہ دیوبندیہ کے بانی محمد قاسم نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ) لکھتے ہیں کہ:

"ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثلِ نور چراغ اطراف و جوانب سے قبض کر لیتے ہیں یعنی سمیٹ لیتے ہیں اور سوا اُن کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں....." (جمال قاسمی ص ۱۵)

تنبیہ: میر محمد کتب خانہ باغ کراچی کے مطبوعہ رسالے "جمال قاسمی" میں غلطی سے "ارواح" کی بجائے "ازواج" چھپ گیا ہے۔ اس غلطی کی اصلاح کے لئے دیکھئے سرفراز خان صفدر دیوبندی کی کتاب "تسکین الصدور" (ص ۲۱۶) محمد حسین نیلوی مماتی دیوبندی کی کتاب "ندائے حق" (ج اص ۵۷۲ و ص ۶۳۵)

نانوتوی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال ابتک برابر مستمر ہے اسمیں انقطاع یا تبدل و تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا" (آبِ حیات ص ۲۷)

"انبیاء بدستور زندہ ہیں" (آبِ حیات ص ۳۶)

نانوتوی صاحب کے اس خود ساختہ نظریے کے بارے میں نیلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"لیکن حضرت نانوتوی کا یہ نظریہ صریح خلاف ہے اس حدیث کے جو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے....." (ندائے حق جلد اول ص ۶۳۶)

نیلوی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

"مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں مولانا نانوتوی قرآن و حدیث کی نصوص و اشارات کے خلاف جمال قاسمی ص ۱۵ میں فرماتے ہیں:

ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا" (ندائے حق جلد اول ص ۲۱۷)

لطیفہ: نانوتوی صاحب کی عباراتِ مذکورہ پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد عباس رضوی بریلوی لکھتا ہے کہ:

''اور اس کے برعکس امام اہلِ سنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب وفات (آنی) ماننے کے باوجود قابلِ گردن زنی ہیں'' (واللہ آپ زندہ ہیں ص ۱۲۴)

یعنی بقولِ رضوی بریلوی، احمد رضا خان بریلوی کا وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ عقیدہ نہیں جو محمد قاسم نانوتوی کا ہے۔!

۲: اس میں کوئی شک نہیں کہ وفات کے بعد، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں زندہ ہیں۔ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں آیا ہے کہ فرشتوں (جبریل و میکائیل علیہما السلام) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

'' إِنَّهُ بَقِيَ لَکَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَکْمِلْهُ ، فَلَو اسْتَکْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَکَ ''

بے شک آپ کی عمر باقی ہے جسے آپ نے (ابھی تک) پورا نہیں کیا۔ جب آپ یہ عمر پوری کر لیں گے تو اپنے (جنتی) محل میں آجائیں گے۔ (صحیح البخاری ۱/۱۸۵ ح ۱۳۸۶)

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی عمر گزار کر جنت میں اپنے محل میں پہنچ گئے ہیں۔ شہداء کرام کے بارے میں پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

أَرْوَاحُهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ ، لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ ، تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَ تْ ، ثُمَّ تَأْوِيْ إِلٰى تِلْکَ الْقَنَادِيْلِ ''

ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں، ان کے لئے عرش کے نیچے قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ وہ (روحیں) جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں پھر واپس ان قندیلوں میں پہنچ جاتی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۲۱/۱۸۸۷ و دارالسلام: ۴۸۸۵)

جب شہداء کرام کی روحیں جنت میں ہیں تو انبیاء کرام اُن سے بدرجہ ہا اعلیٰ جنت کے اعلیٰ و افضل ترین مقامات ومحلات میں ہیں۔ شہداء کی یہ حیات جنتی، اُخروی و برزخی ہے، اسی طرح انبیاء کرام کی یہ حیات جنتی، اُخروی و برزخی ہے۔

حافظ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ: '' وَهُوَ حَيٌّ فِيْ لَحْدِهِ حَيَاةً مِثْلُهُ فِيْ الْبَرْزَخِ '' اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قبر میں برزخی طور پر زندہ ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۹/۱۶۱)

پھر آگے وہ یہ فلسفہ لکھتے ہیں کہ یہ زندگی نہ تو ہر لحاظ سے دنیاوی ہے اور نہ ہر لحاظ سے جنتی ہے بلکہ اصحابِ کہف کی زندگی سے مشابہ ہے۔ (ایضاً ص ۱۶۱)

حالانکہ اصحابِ کہف دنیاوی زندہ تھے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ اعتراف حافظ ذہبی وفات آچکی ہے لہذا صحیح یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر لحاظ سے جنتی زندگی ہے۔ یاد رہے کہ حافظ ذہبی بصراحتِ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دنیاوی زندگی کے عقیدے کے مخالف ہیں۔

حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

'' لِأَنَّهُ بَعْدُ مَوْتِهِ وَإِنْ کَانَ حَيًّا فَهِيَ حَيَاةٌ أُخْرَوِيَّةٌ لَا تَشْبَهُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ''

بے شک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ اخروی زندگی ہے دنیاوی زندگی کے مشابہ نہیں ہے، واللہ

اعلم (فتح الباری ج ۷ ص ۳۴۹ تحت ح ۴۰۴۲)

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں لیکن آپ کی زندگی اُخروی و برزخی ہے، دنیاوی نہیں ہے۔

اس کے برعکس علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ:

" وحيوته ﷺ دنيوية من غير تكليف وهي مختصة به ﷺ وبجميع الأنبياء صلوات الله عليهم والشهداء –لابرزخية......"

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو......'' (المہند علی المفند فی عقائد دیوبند ص ۲۲۱ پانچواں سوال: جواب)

محمد قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی علی الاتصال ابتک برابر مستمر ہے اسمیں انقطاع یا تبدل وتغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا'' (آب حیات ص ۲۷، اور یہی مضمون)

دیوبندیوں کا یہ عقیدہ سابقہ نصوص کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

سعودی عرب کے جلیل القدر شیخ صالح الفوزان لکھتے ہیں کہ:

" اَلَّذِيْ يَقُوْلُ: إِنَّ حَيَاتَهُ فِي الْبَرْزَخِ مِثْلُ حَيَاتِهِ فِي الدُّنْيَا كَاذِبٌ وَهٰذِهِ مَقَالَةُ الْخَرَافِيِّيْنَ "

جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ (ﷺ) کی برزخی زندگی دنیا کی طرح ہے وہ شخص جھوٹا ہے۔ یہ من گھڑت باتیں کرنے والوں کا کلام ہے۔ (التعلیق المختصر علی القصیدة النونیہ، ج ۲ ص ۶۸۴)

حافظ ابن قیم نے بھی ایسے لوگوں کی تردید کی ہے جو برزخی حیات کے بجائے دنیاوی حیات کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ (النونیہ، فصل فی الکلام فی حیاة الأنبیاء فی قبورھم ۲/۱۵۴، ۱۵۵)

امام بیہقی رحمہ اللہ (برزخی) ردِ ارواح کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ:

" **فَهُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ كَالشُّهَدَاءِ** "پس وہ (انبیاء علیہم السلام) اپنے رب کے پاس، شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ (رسالہ: حیات الأنبیاء للبیہقی ص ۲۰)

یہ عام صحیح العقیدہ آدمی کو بھی معلوم ہے کہ شہداء کی زندگی اُخروی و برزخی ہے، دنیاوی نہیں ہے۔ عقیدہ حیات النبی ﷺ پر حیاتی ومماتی دیوبندیوں کی طرف سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً مقامِ حیات، آبِ حیات، حیاتِ انبیاء کرام، ندائے حق اور اقامۃ البرھان علی ابطال وساوس ھدایۃ الحیران، وغیرہ

اس سلسلے میں بہترین کتاب مشہور اہلحدیث عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی ''مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ'' ہے۔ کسی اہلحدیث کتب خانے سے منگوا کر پڑھ لیں۔

۳: بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ، اپنی قبر مبارک پر لوگوں کا پڑھا ہوا درود بنفسِ نفیس سنتے ہیں اور بطورِ دلیل '' مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ '' والی روایت پیش کرتے ہیں ۔ عرض ہے کہ یہ روایت ضعیف و مردود ہے ۔ اس کی دو سندیں بیان کی جاتی ہیں ۔

اول: محمد بن مروان السدي عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة ......إلخ (الضعفاء للعقیلی ۱۳۶/۴ ، ۱۳۷ وقال: لا أصل له من حدیث أعمش ولیس بمحفوظ الخ وتاریخ بغداد ۲۹۲/۳ ت ۱۳۷۷ وکتاب الموضوعات لابن الجوزی ۳۰۳/۱ وقال: ھذا حدیث لا یصح الخ)

اس کا راوی محمد بن مروان السدی: متروک الحدیث (یعنی سخت مجروح) ہے ۔ (کتاب الضعفاء للنسائی: ۵۳۸) اس پر شدید جروح کے لئے دیکھئے امام بخاری کی کتاب الضعفاء (۳۵۰) مع تحقیقی: تحفۃ الاقویاء (ص۱۰۲) وکتب اسماء الرجال ۔

حافظ ابن القیم نے اس روایت کی ایک اور سند بھی دریافت کر لی ہے ۔ '' عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج: حدثنا الحسن بن الصباح: حدثنا ابومعاویۃ: حدثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ '' الخ

(جلاء الافہام ص ۵۴ بحوالہ کتاب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی الشیخ الاصبہانی)

اس کا راوی عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج غیر موثق (یعنی مجہول الحال) ہے ۔ سلیمان بن مہران الاعمش مدلس ہیں ۔

(طبقات المدلسین: ۲/۵۵ والتلخیص الحبیر ۴۸/۳ ح ۱۱۸۱ وصحیح ابن حبان ، الاحسان طبعہ جدیدہ ۱۶۱/۱ وعام کتب اسماء الرجال)

اگر کوئی کہے کہ حافظ ذہبی نے یہ لکھا ہے کہ اعمش کی ابوصالح سے معنعن روایت سماع پر محمول ہے ۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ۲۲۴/۲)

تو عرض ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے ۔ امام احمد نے اعمش کی ابوصالح سے (معنعن) روایت پر جرح کی ہے ۔ دیکھئے سنن الترمذی (۲۰۷ بتحقیقی)

اس مسئلے میں ہمارے شیخ ابوالقاسم محب اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ کو بھی وہم ہوا تھا ۔ صحیح یہی ہے کہ اعمش طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں اور غیر صحیحین میں اُن کی معنعن روایات ، عدمِ تصریح وعدمِ متابعت کی صورت میں ، ضعیف ہیں ، لہذا ابوالشیخ والی یہ سند بھی ضعیف ومردود ہے ۔

یہ روایت '' مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ '' اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں آیا ہے کہ:

''إِنَّ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ مَلَا ئِكَةً سَيَاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ أُمَّتِي السَّلَامُ '' بے شک زمین میں اللہ کے فرشتے سیر کرتے رہتے ہیں ، وہ مجھے میری اُمت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں ۔

(کتاب فضل الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم للإمام إسماعیل بن إسحاق القاضي : ۲۱ وسندہ صحیح ، والنسائی ۴۳/۳ ح ۱۲۸۳ ، الثوری صرح بالسماع)

اس حدیث کو ابن حبان (موارد: ۲۳۹۲) وابن القیم (جلاء الافہام ص۶۰) وغیرہما نے صحیح قرار دیا ہے ۔

خلاصة التحقیق: اس ساری تحقیق کا یہ خلاصہ ہے کہ نبی کریم ﷺ فوت ہوگئے ہیں، وفات کے بعد آپ جنت میں زندہ ہیں۔ آپ کی یہ زندگی اُخروی ہے جسے برزخی زندگی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے۔

وما علینا إلا البلاغ (۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ)

نماز میں عورت کی امامت

''جناب فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ایک سوال درپیش ہے کہ کیا عورت عورتوں کی امامت یا عورتوں مردوں کی اکھٹی امامت کرا سکتی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً'' [چوہدری محمد اکرم گجر جلال بلگن ضلع گوجرانوالہ]

الجواب: اس مسئلے میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ کیا عورت نماز میں عورتوں کی امام بن سکتی ہے یا نہیں؟ ایک گروہ اس کے جواز کا قائل ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ: '' وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزُوْرُهَا فِيْ بَيْتِهَا وَجَعَلَ لَهَا مُؤَذِّناً يُؤَذِّنُ لَهَا وَأَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا ''

رسول اللہ ﷺ اُن (ام ورقہ رضی اللہ عنہا) کی ملاقات کے لیے اُن کے گھر جاتے، آپ نے ان کے لئے اذان دینے کے لئے ایک مؤذن مقرر کیا تھا اور آپ نے انہیں (ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو) حکم دیا تھا کہ انہیں (اپنے قبیلے یا محلے والیوں کو) نماز پڑھائیں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب امامۃ النساء ح ۵۹۲ وعنہ البیہقی فی الخلافیات قلمی ص ۴ ب) یہ سند حسن ہے، اسے ابن خزیمہ (۱۶۷۶) اور ابن الجارود (المنتقی: ۳۳۳) نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث کا بنیادی راوی ولید بن عبداللہ بن جمیع: صدوق، حسن الحدیث ہے۔ (تحریر تقریب التہذیب: ۷۴۳۲) یہ صحیح مسلم وغیرہ کا راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہے لہذا اُس پر جرح مردود ہے۔

ولید کا استاد عبدالرحمٰن بن خلاد: ابن حبان، ابن خزیمہ اور ابن الجارود کے نزدیک ثقہ وصحیح الحدیث ہے لہذا اُس پر ''حاله مجهول'' والی جرح مردود ہے۔

لیلی بنت مالک (ولید بن جمیع کی والدہ) کی توثیق ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے اس کی حدیث کی تصحیح کر کے، کر دی ہے لہذا اس کی حدیث بھی حسن کے درجہ سے نہیں گرتی۔

اس حدیث کا مفہوم کیا ہے؟ اس کے لئے دو اہم باتیں مدنظر رکھیں۔

اول: حدیث حدیث کی شرح وتفسیر بیان کرتی ہے، اس کے لئے حدیث کی تمام سندوں اور متون کو جمع کر کے مفہوم سمجھا جاتا ہے۔

دوم: سلف صالحین (محدثین کرام، راویانِ حدیث) نے حدیث کی جو تفسیر اور مفہوم بیان کیا ہوتا ہے اُسے ہمیشہ مدنظر

رکھا جاتا ہے، بشرطیکہ سلف کے مابین اس مفہوم پر اختلاف نہ ہو۔

اُم ورقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث پر امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۱ھ) نے درج ذیل باب باندھا ہے۔

" باب إمامة المرأةِ النساءَ فی الفریضة " (صحیح ابن خزیمہ ۳/۸۹ ح ۱۶۷۶)

امام ابوبکر بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں:" ذکر إمامة المرأة النساء فی الصلوات المکتوبة "(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف ج ۴ ص ۲۲۶)

ان دونوں محدثین کرام کی تبویب سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں " أهْلَ دَارِهَا " سے مراد عورتیں ہیں مرد نہیں ہیں، محدثین کرام میں اس تبویب پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔

امام ابوالحسن الدارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

"حدثنا أحمد بن العباس البغوي : ثنا عمر بن شبه: (ثنا) أبو أحمد الزبیري : نا الولید بن جمیع عن أمه عن أم ورقة أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَذِنَ لَهَا أَنْ یُؤَذَّنَ لَهَا وَیُقَامَ وَتَؤُمَّ نِسَاءَ هَا "

بے شک رسول اللہ ﷺ نے ام ورقہ (رضی اللہ عنہا) کو اس کی اجازت دی تھی کی اُن کے لئے اذان اور اقامت کہی جائے اور وہ اپنی (گھر، محلے کی) عورتوں کی (نماز میں) امامت کریں۔

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۷۹ ح ۱۰۷۱ وسندہ حسن، وعنہ ابن الجوزی فی التحقیق مع التنقیح ۱/۲۵۳ ح ۴۲۴ وضعفہ، دوسرا نسخہ ۱/۳۱۳ ح ۳۸۷، اتحاف المھرہ لابن حجر ۱۸/۳۲۳)

اس روایت کی سند حسن ہے اور اس پر ابن الجوزی کی جرح غلط ہے۔

ابواحمد محمد بن عبداللہ بن الزبیر الزبیری صحاح ستہ کا راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہے لہذا صحیح الحدیث ہے۔

امام یحیی بن معین نے کہا: ثقہ، ابوزرعہ نے کہا: صدوق، ابوحاتم رازی نے کہا: حَافِظٌ لِلْحَدِیْثِ عَابِدٌ مُجْتَهِدٌ لَهُ أَوْهَامٌ (الجرح والتعدیل ۷/۲۹۷)

عمر بن شبہ: صدوق لہ تصانیف (تقریب التہذیب: ۴۹۱۸) بلکہ ثقہ ہے۔ (تحریر تقریب التہذیب ۳/۵۷) حافظ ذہبی نے کہا: ثقة (الکاشف ۲/۲۷۶)

اُحمد بن العباس البغوی: ثقہ ہے۔ (تاریخ بغداد ۴/۳۲۹ ت ۲۱۴۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے۔ اس صحیح روایت نے اس بات کا قطعی فیصلہ کر دیا کہ "أَهْلَ دَارِهَا" سے مراد ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے گھر، محلے اور قبیلے کی عورتیں ہیں، مرد مراد نہیں ہیں۔

[تنبیہ: اس سے معلوم ہوا کہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے ان کا مؤذن نماز نہیں پڑھتا تھا]

یہاں یہ بات حیرت انگیز ہے کہ کوئی پروفیسر خورشید عالم نامی (؟) لکھتے ہیں:

''یہ دارقطنی کے اپنے الفاظ ہیں حدیث کے الفاظ نہیں، یہ ان کی اپنی رائے ہے۔ سنن دارقطنی کے علاوہ حدیث کی

کسی کتاب میں یہ اضافہ نہیں، اس لئے اس اضافے کو بطورِ دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا''

(اشراق ۱۷/۵ مئی ۲۰۰۵ص ۳۸، ۳۹)

حالانکہ آپ نے ابھی پڑھ لیا ہے کہ یہ حدیث کے الفاظ ہیں، دارقطنی کے اپنے الفاظ نہیں ہیں بلکہ راویوں کی بیان کردہ روایت کے الفاظ ہیں۔ انہیں امام دارقطنی رحمہ اللہ کی ''اپنی رائے'' کہنا غلط ہے۔ جن لوگوں کو روایت اور رائے میں فرق معلوم نہیں ہے وہ کس لئے مضامین لکھ کر اُمتِ مسلمہ میں اختلاف و انتشار پھیلانا چاہتے ہیں؟

رہا یہ مسئلہ کہ یہ الفاظ سنن دارقطنی کے علاوہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہیں تو عرض ہے کہ امام دارقطنی ثقہ و قابلِ اعتماد امام ہیں۔

شیخ الاسلام ابوالطیب طاہر بن عبداللہ الطبری (متوفی ۴۵۰ھ) نے کہا:

" كان الدارقطني أمير المؤمنين في الحديث .." (تاریخ بغداد ۱۲/۳۶ ت ۶۴۰۴)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے کہا:

" وكان فريد عصره وقريع دهره ونسيج وحده وإمام وقته ، انتهى إليه علم الأثر والمعرفة بعلل الحديث و أسماء الرجال وأحوال الرواة مع الصدق والأمانة والفقه والعدالة (وفي تاريخ دمشق عن الخطيب قال: والثقة والعدالة ۴۷/۴۶) وقبول الشهادة وصحة الإعتقاد وسلامة المذهب......" (تاریخ بغداد ۱۲/۳۴ ت ۶۴۰۴)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

" الإمام الحافظ المجود شيخ الإسلام علم الجهابذه " (سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۴۹)

اس جلیل القدر امام پر متاخر حنفی فقیہ محمود بن احمد العینی (متوفی ۸۵۵ھ) کی جرح مردود ہے۔ عبدالحئی لکھنوی حنفی اس عینی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: " ولو لم يكن فيه رائحة التعصب المذهبي لكان أجود و أجود "

اگر اس میں مذہبی (یعنی حنفی) تعصب کی بدبو نہ ہوتی تو بہت ہی اچھا ہوتا (الفوائد البہیہ ص ۲۰۸)

تنبیہ: امام دارقطنی رحمہ اللہ تدلیس کے الزام سے بری ہیں، دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (۱/۱۹)

جب حدیث نے بذاتِ خود حدیث کا مفہوم متعین کر دیا ہے اور محدثین کرام بھی اس حدیث سے عورت کا عورتوں کی امامت کرانا ہی سمجھ رہے ہیں تو پھر لغت اور الفاظ کے ہیر پھیر کی مدد سے عورتوں کو مردوں کا امام بنا دینا کس عدالت کا انصاف ہے؟ ابن قدامہ لکھتے ہیں: " وهذه زيادة يجب قبولها " اور اس زیادت (نساءھا) کا قبول کرنا واجب ہے۔ (المغنی ۲/۱۶ م ۱۱۴۰)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ آثار سلف صالحین سے صرف عورت کا عورتوں کی امامت کرانا ہی ثابت ہوتا ہے۔ عورت کا مردوں کی امامت کرانا یہ کسی اَثر سے ثابت نہیں ہے۔

ریطہ الحنفیہ (قال العجلی: کوفیۃ تابعیۃ ثقۃ) سے روایت ہے کہ: " أمتنا عائشة فقامت بينهن في الصلوة المكتوبة "

ہمیں عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرض نماز پڑھائی تو آپ عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہوئیں۔

(سنن دارقطنی ۱/۴۰۴ ح ۱۴۲۹، وسندہ حسن، وقال النیموی فی آثار السنن: ۵۱۴ "وإسنادہ صحیح" وانظر کتابی أنوار السنن فی تحقیق آثار السنن ق ۱۰۳)

امام شعبی رحمہ اللہ (مشہور تابعی) فرماتے ہیں کہ: **"تؤم المرأة النساء فی صلوة رمضان تقوم معهن فی صفهن"** عورت عورتوں کو رمضان کی نماز پڑھائے (تو) وہ ان کے ساتھ صف میں کھڑی ہو جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۸۹ ح ۴۹۵۵ وسندہ صحیح، عنعنۃ ھشیم عن حصین محمولۃ علی السماع، انظر شرح علل الترمذی لابن رجب ۲/۵۶۲ والفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین لراقم الحروف ۳/۱۱۱)

ابن جریج نے کہا: **"تؤم المرأة النساء من غير أن تخرج أما مهن ولكن تحاذي بهن فی المكتوبة والتطوع"** عورت جب عورتوں کی امامت کرائے گی تو وہ آگے کھڑی نہیں ہوگی بلکہ اُن کے برابر (صف میں ہی) کھڑی ہو کر فرض و نفل پڑھائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق ۳/۱۴۰ ح ۵۰۸۰ وسندہ صحیح)

معمر بن راشد نے کہا: **"تؤم المرأة النساء فی رمضان وتقوم معهن فی الصف"** عورت عورتوں کو رمضان میں نماز پڑھائے اور وہ اُن کے ساتھ صف میں کھڑی ہو۔ (مصنف عبدالرزاق ۳/۱۴۰ ح ۵۰۸۵ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ اس پر سلف صالحین کا اجماع ہے کہ عورت جب عورتوں کو نماز پڑھائے گی تو صف سے آگے نہیں بلکہ صف میں ہی اُن کے ساتھ برابر کھڑی ہو کر نماز پڑھائے گی۔

مجھے ایسا ایک حوالہ بھی باسند نہیں ملا جس سے یہ ثابت ہو کہ سلف صالحین کے سنہری دور میں کسی عورت نے مردوں کو نماز پڑھائی ہو یا کوئی مستند عالم اس کے جواز کا قائل ہو۔ [اسی طرح کسی روایت میں ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے مؤذن کا اُن کے پیچھے نماز پڑھنا قطعاً ثابت نہیں]

ابن رشد (متوفی ۵۱۵ھ) وغیرہ بعض متاخرین نے بغیر کسی سند و ثبوت کے یہ لکھا ہے کہ ابوثور (ابراہیم بن خالد، متوفی ۲۴۰ھ) اور (محمد بن جریر) الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) اس بات کے قائل ہیں کہ عورت مردوں کو نماز پڑھا سکتی ہے (دیکھئے بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۴۵، المغنی فی فقہ الإمام احمد ۲/۱۵ مسئلہ: ۱۱۴۰) چونکہ یہ حوالے بے سند ہیں لہٰذا مردود ہیں۔

خلاصة التحقيق: عورت کا نماز میں عورتوں کی امامت کرانا جائز ہے مگر وہ مردوں کی امام نہیں بن سکتی،

وما علينا إلا البلاغ (۳/ربیع الاول ۱۴۲۶ھ)

مصنف: الشیخ عبدالمحسن بن حمد العباد حفظہ اللہ ۲ مترجم: حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ

اتباعِ کتاب وسنت

سنتوں کے اتباع اور بدعتوں اور گناہوں سے اجتناب کے متعلق آیات واحادیث اور آثار

کتاب اللہ میں بہت سی آیات وارد ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونے والے امور کی اتباع کی ترغیب دلائی گئی ہے اور اس پر ابھارا گیا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حق اور ہدایت کی مخالفت کرنے نیز شرک وبدعات اور معاصی کے ارتکاب سے روکا گیا ہے۔ ان میں سے اللہ عز وجل کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [الانعام: ۱۵۳]

اور یہ کہ میرا راستہ سیدھا راستہ ہی ہے تم اسی پر چلنا آوارہ راستوں پر نہ چلنا کہ ان پر چل کر اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے ان باتوں کا تمہیں اللہ حکم دیتا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

نیز یہ فرمان:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۚ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ [الاحزاب: ۳۶]

اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق (حاصل) نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کریں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔

نیز فرمایا:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

پس جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔ [النور: ۶۳]

ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: ''مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت سے ڈرنا چاہئے اور اس (حکم) سے مراد آپ کا راستہ، آپ کا منہج، آپ کا طریقہ، آپ کی سنت اور آپ کی شریعت ہے'' اس لئے اقوال واعمال کو آپ کے اقوال واعمال کی میزان پر تولا جائے گا جو اس کے موافق ہو مقبول ہوگا اور جو اس کے

مخالف ہوگا اسے اس کے قائل وفاعل پر لوٹا دیا جائے گا (یعنی رد کر دیا جائے گا) خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ جبکہ صحیحین وغیرہ میں ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔ جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے حکم (طریقہ ومنہج) کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے۔ [صحیح مسلم: ۱۷۱۸]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ظاہری یا باطنی طور پر مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ آفت کا شکار ہو جائیں یعنی ان کے دلوں میں کوئی نفاق یا بدعت پیدا ہو جائے یا انہیں دردناک عذاب آئے یعنی انہیں دنیا میں قتل یا حد شرعی کے نفاذ یا قید یا اسی قسم کی سزا کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيْراً ﴾

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ (کی ملاقات) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی امید رکھتا ہو اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔ [الاحزاب: ۲۱]

نیز فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

اے پیغمبر کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ [آل عمران: ۳۱]

ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''یہ آیت کریمہ ہر اس شخص کے خلاف فیصلہ دے رہی ہے جو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن طریقہ محمدیہ پر نہیں ہے اس لئے کہ وہ درحقیقت جھوٹا ہے تاوقتیکہ اپنے اقوال واعمال میں دین نبوی اور شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرے جیسا کہ صحیح (حدیث) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ ''جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے طریقے کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے۔ [مسلم: ۱۷۱۸] اس لئے آپ نے فرمایا: ﴿اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ ''اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ تم سے محبت کرے گا'' [آل عمران: ۳۱] یعنی تمہیں اس سے کہیں زیادہ مل جائے گا جس کے تم اس کے ساتھ محبت کے صلہ میں طالب ہو۔ اور وہ ہے اس کی تمہارے ساتھ محبت۔ پہلی بات سے عظیم تر ہے جیسا کہ اصل علم وحکمت میں سے کسی کا قول ہے: ''عظمت یہ نہیں کہ تم محبت کرو، عظمت اس سے ہے کہ تم سے محبت کی جائے۔''

سلف میں حسن بصری وغیرہ کا قول (۱) ہے کہ کچھ لوگوں نے دعویٰ کیا کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے ان کی آزمائش کی۔ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ ﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرہ:۳۸]

پس جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

نیز فرمایا:

﴿فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی O وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ﴾

تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔[طہ: ۱۲۳۔۱۲۴]

نیز فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔[النساء:٦٥]

نیز فرمایا:

﴿اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِیَاءَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾

لوگو! جو (کتاب وسنت) تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نازل ہوا اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا رفیقوں (اولیاء) کی پیروی نہ کرو تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔ [الاعراف:۳]

نیز فرمایا:

﴿وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ O وَاِنَّهُمْ لَیَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾

اور جو کوئی رحمٰن کی یاد سے آنکھیں بند کرتا ہے یعنی تغافل اختیار کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے اور یہ شیطان ان کو اصل راستے سے روکتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ سیدھے راستے پر ہیں۔[الزخرف:٣٦۔٣٧]

نیز فرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴾

مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر

کسی بات میں اختلاف واقع ہوتو اگر اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوتو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف (ہی) رجوع کرو یہ بات بہت اچھی ہے۔[النساء:۵۹]

نیز فرمایا:

﴿ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗ اِلَى اللّٰهِ ﴾ [الشوریٰ:۱۰]

اور تم جس بات میں اختلاف کرنے لگو تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہوگا۔

نیز فرمایا:

﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾

اے پیغمبر! کہہ دو اللہ کی فرماں برداری کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر چلو۔ اگر منہ موڑو گے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو صرف اس چیز کا ادا کرنا ہے جس کا اسے ذمہ دار بنایا گیا اور تمہارے ذمہ اس چیز کو ادا کرنا ہے جس کے تم ذمہ دار بنائے گئے ہو اور اگر تم اس کے حکم پر چلو تو سیدھا راستہ پاؤ گے۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو صاف صاف احکام الٰہی کا پہنچا دینا ہی ہے۔[النور:۵۴]

نیز فرمایا:

﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾

سو جو چیز پیغمبر تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔[الحشر:۷]

نیز فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾

ایمان والو کسی بات کے جواب میں اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو، اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔[الحجرات:۱]

نیز فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴾

مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جبکہ وہ (رسول) تمہیں ایسے کام کے لئے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے اور جان رکھو اللہ (تعالیٰ)، آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے رُوبرُو جمع کئے جاؤ گے۔[الانفال:۲۴]

نیز فرمایا:

﴿اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ط وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَخْشَ اللّٰهَ وَیَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ [النور:۵۱۔۵۲]

مومنوں کی بات تو یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تا کہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے حکم سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا، اللہ کا خوف رکھے گا اور اس کی نافرمانی سے بچتا رہے گا تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

نیز فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴾

جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔ [الاحقاف:۱۳]

نیز فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾

جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے خوشی مناؤ۔ [حم سجدہ:۳۰]

نیز فرمایا:

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَکٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَالَمْ یَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ط﴾

کیا ان کے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔ [الشوریٰ:۲۱]

نیز فرمایا:

﴿ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

تو جو لوگ اس (رسول) پر ایمان لائے اور اس کی رفاقت اختیار کی اور اسے مدد دی اور جو نور اس کے ساتھ نازل ہوا اس کی پیروی کی وہی مراد پانے والے ہیں۔ [الاعراف:۱۵۷]

اور جب جن قرآن سننے کے بعد اپنی قوم کی طرف نصیحت کنندہ بن کر گئے تو ان کے متعلق فرمایا:

یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُجِرْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ O وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءُ ط اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾ [الاحقاف:۳۱۔۳۲]

اے قوم اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ! تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ میں رکھے گا۔ اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکے گا اور نہ اس کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے، یہ لوگ صریح گمراہ ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں جو سنتوں کی اتباع کرنے کی ترغیب دلاتی ہیں اور بدعتوں سے بچنے کی تلقین کرتی ہیں اور ان کی خطرناکی واضح کرتی ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(1) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان:

" مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ " جس نے ہمارے احکام میں ایسا کام ایجاد کیا جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔ (بخاری: ۲۶۹۷، مسلم: ۱۷۱۸)

صحیح مسلم میں ایک روایت ان الفاظ سے بھی وارد ہے:

" مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ" جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے طریقہ کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے۔ [مسلم: ۱۷۱۸]

اور یہ دوسری روایت جو صحیح مسلم میں ہے معنی کے اعتبار سے پہلی روایت کی نسبت زیادہ عموم کی حامل ہے اس لئے کہ یہ بدعت کے موجد اور اس پر عمل کرنے والے دونوں کو شامل ہے۔

اور یہ حدیث قبولیت اعمال کی دو شرطوں میں سے ایک یعنی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے جو عمل بھی کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوتا تاوقتیکہ اس میں دو شرطیں پائی جائیں۔

اول: اللہ وحدہ تعالیٰ کے لئے کامل اخلاص جس میں کوئی شائبہ نہ ہو اور یہی تقاضا ہے اس شہادت کا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

دوم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کامل اتباع، اور یہ تقاضا ہے اس شہادت کا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مجموع الفتاویٰ (۱۸/۲۵۰) میں ہے کہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمان باری تعالیٰ: ﴿ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ ''کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھا عمل کون کرتا ہے'' [الملک: ۲] میں ''اچھے'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ خالص ترین اور درست ترین۔[1]

یہ اس لئے کہ عمل اگرچہ خالص ہو لیکن درست نہ ہو تو مقبول نہیں ہوتا اسی طرح اگر درست ہو لیکن خالص نہ ہو وہ بھی مقبول نہیں ہوتا۔ اور قبولیت اس وقت پاتا ہے جب خالص اور درست ہو۔ خالص سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے لئے ہو اور درست سے مراد یہ ہے کہ سنت کے مطابق ہو۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا

يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا﴾ ''تو جو شخص اپنے پرودگار سے ملنے کی امید رکھتا ہوا سے چاہئے کہ عملِ نیک کرے اور پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے'' [الکہف: ۱۱۰] کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا (نیک عمل کرے) سے مراد ہے کہ ایسا عمل کرے جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق ہو۔ اور وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا (اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے) سے مراد ہے کہ اپنا عمل بجا لاتے وقت صرف اللہ وحدہ کی خوشنودی کا طلبگار رہو۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت پانے والے عمل کے یہ دو رکن ہیں۔

ضروری ہے کہ وہ اللہ کے لئے خالص ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق درست ہو۔ [تفسیر ابن کثیر بتحقیق عبدالرزاق المہدی ۴/۴۵۲]

[2] سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ کیا اس قدر بلیغ کہ ہماری آنکھیں چھلک چھلک گئیں اور دل لرزلرز گئے تو ایک شخص عرض پرداز ہوا اے اللہ کے رسول! یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ الوداعی خطاب ہے! تو آپ ہمیں کیا نصیحت فرماتے ہیں؟ فرمایا: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، سمع وطاعت کو لازم پکڑنا خواہ حکم دینے والا حبشی غلام ہو۔ اس لئے کہ تم میں سے جو زندہ رہا بہت اختلاف دیکھے گا تو میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کا التزام کرنا اسے تھامے رکھنا اور اسے دانتوں سے پکڑ لینا۔ خبردار نو ایجاد کاموں سے دور رہنا، ہر نو ایجاد کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (ابوداود: ۴۶۰۷، یہ الفاظ بھی انہی کی روایت کے ہیں۔ ترمذی: ۲۶۷۶ اور ابن ماجہ: ۴۳۔۴۴ ترمذی نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ مبارک کے قریبی عہد میں اختلاف رونما ہونے کی خبر دے دی تھی اور اس سے بچنے اور اس کے نقصانات سے محفوظ رہنے کے راستے کی طرف رہنمائی بھی فرما دی تھی۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدین کے طریقہ کار کی پیروی اور بدعات اور نو ایجاد کاموں سے اجتناب سے عبارت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت پر کاربند رہنے کی تلقین فرمائی اور اس کی ترغیب دلائی اور فرمایا: ''فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّيْنَ الرَّاشِدِيْنَ'' میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا۔

اور بدعات اور نو ایجاد کاموں سے ڈرایا اور فرمایا:

''وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ''

[3] امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح (۸۶۷) میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ ارشاد فرماتے تو کہتے: '' أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ''

امابعد:۔بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔اور بدترین کام وہ ہیں جونو ایجاد ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

[4] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي''

جس نے میری سنت سے بے رغبتی ظاہر کی وہ مجھ سے نہیں۔(بخاری ۵۰۶۳، مسلم:۱۴۰۱)

[5] نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لوگو! میں تم میں وہ کچھ چھوڑ رہا ہوں کہ اگر اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

نیز فرمایا:

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان کے ہوتے کبھی گمراہ نہ ہوگے اللہ کی کتاب اور میری سنت۔

(حاکم ۹۳/۱ ح ۳۱۸ نیز دیکھئے ''الحدیث'' 14 ص 40)

حجۃ الوداع کے متعلق سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے:

''میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اس کے ہوتے ہوئے تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے بشرطیکہ اسے مضبوطی سے تھام لو۔ وہ اللہ کی کتاب ہے۔اور ہاں تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟ سب نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا، امانت ادا کر دی اور خیر خواہی اور نصیحت کی۔تو آپ نے انگشتِ شہادت کو آسمان کی طرف اٹھا کر لوگوں کی طرف جھکایا اور کہا: اے اللہ گواہ ہو جا، اے اللہ گواہ ہو جا۔تین بار ایسے کہا'' [صحیح مسلم: ۱۲۱۸]

[6] امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح (۷۲۸۰) میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جو انکار کر دے۔لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جنت میں جانے سے کون انکار کرتا ہے؟ فرمایا: جو میری اطاعت کرتا ہے جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کر دیا۔

[7] اور امام بخاری رحمہ اللہ (۷۲۸۸) اور امام مسلم (۱۳۳۷) نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ امام مسلم کی روایت کے ہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''میں تمہیں جس کام سے منع کروں اس سے اجتناب کرو اور جس چیز کا حکم دوں اسے اپنی طاقت کے مطابق انجام دو۔تم سے پہلے لوگوں کو اسی بات نے ہلاک کیا کہ وہ اپنے انبیاء سے بہت سوال کرتے اور ان سے بہت اختلاف کرتے ''

[8] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ اس کی خواہش میری لائی

ہوئی شریعت کے تابع ہو جائے۔[۱] امام نووی رحمہ اللہ نے اربعین میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت سے صحیح قرار دیا ہے۔اور حافظ رحمہ اللہ نے فتح الباری (۲۸۹/۱۳) میں کہا ہے:

بیہقی نے ''المدخل'' اور ابن عبدالبر نے اپنی تالیف ''بیان العلم'' میں حسن، ابن سیرین، شریح، شعبی اور نخعی رحمہم اللہ جیسے تابعین کی ایک جماعت سے جید سندوں کے ساتھ محض رائے سے کسی بات کے قائل ہونے کی مذمت بیان فرمائی ہے۔اور ان تمام امور کو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جامع اور شامل ہے۔تم سب سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو[۱] اسے حسن بن سفیان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں اور نووی نے اربعین کے آخر میں اسے صحیح کہا ہے۔

[9] امام بخاری (۱۵۹۷) اور امام مسلم (۱۲۷۰) نے روایت کیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حجرِ اسود کے پاس آئے اسے بوسہ دیا اور کہا: ''میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے۔اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ تمہیں بوسہ دیتے تھے تو میں تمہیں بوسہ نہ دیتا۔''

[10] امام مسلم رحمہ اللہ (۲۶۷۴) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہدایت کی طرف دعوت دے اسے اس کی اتباع کرنے والوں کے اجروں کی مانند اجر ہے اس سے ان کے اجروں میں کمی واقع نہ ہوگی اور جو گمراہی کی طرف بلاتے ہیں اسے اس کی پیروی کرنے والوں کے گناہوں کی مانند گناہ ہوگا، اس سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔جس طرح کتاب وسنت میں سنت کی اتباع کی ترغیب و تاکید اور بدعات سے اجتناب کی تلقین کے بارے میں نصوص وارد ہوئی ہیں اسی طرح سلف امت یعنی کتاب وسنت کی مثال پیروی کرنے والے صحابہ وتابعین اور ان کے بعد کے زمانے کے صالحین سے بہت سے آثار وارد ہیں جن میں اتباع سنت کی تلقین کی گئی ہے بدعات سے متنبہ کیا گیا ہے اور ان سے اجتناب کی تاکید کی گئی ہے۔

ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ كُفِيْتُمْ''

اتباع کرو بدعت اختیار نہ کرو، تمہاری کفالت کی جا چکی یعنی تمہیں خودرائی کی ضرورت نہیں۔[۲] (دارمی: ۲۱۱)

۲۔ عثمان بن حاضر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں گیا ان سے نصیحت کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا: ہاں اللہ سے تقوی کو لازم پکڑ و استقامت اختیار کرو، اتباع کرو بدعت سے دور رہو۔[۱]

(دارمی: ۱۴۱)

۳۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: جسے اس بات سے مسرت ہوتی ہو کہ کل اللہ کے حضور مسلمان ہونے کی حالت میں پیش ہو اسے چاہئے کہ جہاں اذان ہو ان نمازوں کو پابندی کے ساتھ (باجماعت) ادا کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدایت کے طریقے مقرر کئے اور یہ نمازیں بھی ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھنا شروع کر دی جیسا کہ جماعت سے پیچھے رہنے والے

کرتے ہیں تو تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے تارک ہو جاؤ گے اور اگر تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ (صحیح مسلم: ۶۵۴)

۴۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے: ہر بدعت گمراہی ہے اگر چہ لوگ اسے اچھا ہی خیال کرتے ہوں۔ (السنۃ للمروزی: ۸۲ وسندہ صحیح)

۵۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نو ایجاد کاموں سے دور رہو اس لئے کہ جو بھی نو ایجاد کام ہے بلا شبہ گمراہی ہے۔ (ابوداود: ۴۶۱۱ إسنادہ صحیح)

۶۔ ایک شخص نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو خط لکھا جس میں تقدیر کے متعلق استفسار کیا تھا تو انہوں نے جواب میں تحریر کیا۔

امابعد:۔ میں تمہیں اللہ کے تقویٰ، اس کے معاملہ میں میانہ روی اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ثابت اور قائم ہو جانے کے بعد اہل بدعت نے جو ایجاد کیا اس سے اجتناب کرو کہ اس کی انہیں ضرورت نہ تھی۔ تو تم سنت کا التزام کرو کہ یہی اللہ کے فضل وکرم سے تمہیں بچا کر رکھے گی۔[۲] (ابوداود: ۴۶۱۲)

۷۔ سہل بن عبداللہ کا قول ہے: "علم میں جس کسی نے نئی چیز داخل کی اس سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا اگر سنت کے مطابق ہوئی تو بچ جائے گا ورنہ نہیں"[۳] (فتح الباری ۱۳/۲۹۰)

۸۔ شیخ الاسلام ابوعثمان نیسابوری کا قول ہے: جو اپنے آپ پر سنت کو قول وفعل میں حاکم بنا لیتا ہے اس کی زبان سے حکمت جھڑنے لگتی ہے۔ اور جو شخص اپنے قول وفعل میں خواہش نفس کو حاکم بنا لیتا ہے اس کی زبان سے بدعت جاری ہو جاتی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱۰/۲۴۴ وسندہ صحیح)

۹۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو شخص اسلام میں بدعت جاری کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ اچھی ہے تو اس نے یہ سمجھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام پہنچانے میں خیانت کی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔ تو جو چیز اس وقت دین نہیں تھی آج بھی دین نہیں ہو سکتی۔[۱] (الاعتصام للشاطبی: ۱/۲۸)

۱۰۔ امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہمارے ہاں اہل سنت کے اصول یہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے طریقہ کی سختی سے پابندی اور ان کی اقتداء، بدعات سے اجتناب، اور یہ اعتقاد کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔[۲]
(شرح اصول اعتقاد اهل السنۃ للالکائی: ۳۱۷)

---

(۱) یہ قول بھی بے سند ہے۔ (ز۔ع)

(۲) سندہ ضعیف، اس سند کے دو راویوں علی بن محمد بن عبداللہ السکری اور ابوجعفر محمد بن سلیمان المنقری کے حالات مطلوب ہیں۔ واللہ اعلم [ز۔ع]